5287CH12

# رابندرناتھ ٹیگور

رابندرناتھ ٹیگور کی پیدائش کولکاتا کے جوراسنکو میں ہوئی۔ ان کے والد کا نام مہرشی دیبیندر ناتھ ٹیگور اور ماں کا نام شاردا دیوی تھا۔ گھر کے تمام لوگ بچپن میں انھیں 'ربی' کے نام سے پکارتے تھے۔ ان کی ماں کا انتقال بچپن ہی میں ہو گیا تھا۔ والد کی تربیت نے ان کی شخصیت کی تعمیر میں نمایاں کردار ادا کیا۔ عمر کے ساتھ ساتھ ان کے اندر خود اعتمادی پیدا ہوئی۔ رابندرناتھ ٹیگور کو نیٹل سیمنیری اسکول میں داخل کرایا گیا۔ انھوں نے سینٹ زیویرس اسکول میں تعلیم حاصل کی اور اعلیٰ تعلیم کے لیے انگلستان بھی گئے۔

11 مئی 1875 کو انھوں نے پہلی بار ہندو میلے کے عوامی مجمعے کے سامنے اپنی نظم ''بن پھول'' پیش کی۔ اس میلے کو شروع کرنے کا خاص مقصد یہ تھا کہ ہندوستانیوں میں اپنی زبان، تاریخ، وراثت، تہذیب، موسیقی اور آرٹ سے محبت پیدا کی جائے۔ اُن کی یہ نظم آج بھی عوام میں مقبول ہے۔

رابندر ناتھ نے انگلستان میں دورانِ تعلیم '' ہندوستانیوں پر انگریزوں کے مظالم'' کے عنوان سے ایک مضمون لکھا تھا۔ انھوں نے یہ مضمون اپنے استاد ہنیری مورلے کو دے دیا اور دوسرے دن یہ سوچ کر اُن کی کلاس میں نہیں گئے کہ استاد ناراض ہوں گے۔ لیکن مورلے پر اس مضمون کا اتنا اثر ہوا کہ انھوں نے اسے پوری کلاس کو پڑھ کر سنایا۔

انگلستان میں اُن کا قیام صرف ڈیڑھ سال رہا۔ اس دوران وہ پابندی سے اپنی تخلیقات رسالہ ''بھارتی'' میں اشاعت کے لیے بھیجتے رہے۔ واپسی کے بعد انھوں نے '' ساندھیہ سنگیت'' کے نام سے ایک کتاب لکھی جو ادب سے دل چسپی رکھنے والوں میں بے حد مقبول ہوئی۔ اس کتاب کی اشاعت کے کچھ دنوں بعد رابندرناتھ ایک شادی میں گئے وہاں مشہور زمانہ ناول نگار بنکم چندر چٹرجی بھی آئے ہوئے تھے۔ میزبان انھیں دیکھ کر ایک ہار لے کر ان کے استقبال کے لیے لپکے لیکن بنکم چندر نے وہ ہار رابندر ناتھ کے گلے میں ڈالتے ہوئے کہا کہ اس اعزاز کا صحیح حق دار یہ نوجوان ہے۔ بنکم چندر کی زبان سے ایسے کلمات نکلنا اُن جیسے نوجوان ادیب کے لیے فخر کی بات تھی۔ اُن کی شہرت و مقبولیت میں روز بروز اضافہ ہوتا رہا۔ 1886 میں کولکاتا میں انڈین نیشنل

کانگریس کا دوسرا اجلاس ہوا جس کے صدر دادا بھائی نوروجی تھے۔ اس اجلاس میں رابندر ناتھ نے اپنا ایک گیت سنایا۔ جو سادہ بنگالی زبان میں تھا۔

رابندر ناتھ کو خدا نے لکھنے کی زبردست صلاحیت دی تھی۔ انھوں نے متعدد کہانیاں، نظمیں، گیت، ناول، ڈرامے اور مضامین لکھے۔ اُن کا کافی وقت اسی میں گزرتا تھا۔ لیکن خاندان کے لیے اپنے فرائض کی ادائیگی میں انھوں نے کبھی کوتا ہی نہیں برتی۔ اس کے لیے انھیں کافی عرصہ شیلیا داگاؤں میں رہنا پڑا جو دریائے پدما کے کنارے آباد تھا۔ گاؤں میں رابندرناتھ کو کسانوں کی سیدھی سادی زندگی نے بے حد متاثر کیا۔ وہاں کی خاموش اور پرسکون فضا بھی اُن کے مزاج کو راس آئی۔ جیسے جیسے گاؤں کے لوگوں سے اُن کے روابط بڑھے اُن میں یہ احساس بیدار ہونا شروع ہوا کہ ہندوستان کی ہمہ جہت ترقی کے لیے گاؤں کی خوش حالی اور ترقی ضروری ہے۔ انھوں نے گاؤں کی فلاح و بہبود کے لیے کئی کام کیے۔ ان کی یہ بھی خواہش تھی کہ ہر شخص کو اپنی مادری زبان سیکھنا چاہیے۔ انھوں نے لکھا ہے۔" بالکل اس بچّے کی طرح جو اپنی ماں کے دودھ سے سب سے زیادہ صحت منداور مضبوط اٹھتا ہے، اگر انسان کی مادری زبان میں اُسے تعلیم دی جائے تو اُس کا دل و دماغ بھی سب سے زیادہ مضبوط بنتا ہے۔"

رابندرناتھ اس بات پر یقین رکھتے تھے کہ ہندوستان کی ترقی کے لیے ہندوستانیوں کا تعلیم یافتہ ہونا ضروری ہے۔ انھوں نے اپنے والد سے شانتی نکیتن میں ایک اسکول کھولنے کی اجازت مانگی، جہاں گُروکُل کے پرانے انداز میں تعلیم کا انتظام ہو۔ ان کے والد نے خوشی سے انھیں اسکول کھولنے کی اجازت دے دی۔ شانتی نکیتن میں اُن کا ایک گھر پہلے سے موجود تھا۔ انھوں نے وہاں سات ایکڑ زمین اس طرح خریدی کہ یہ گھر درمیان میں آ گیا۔ یہاں سب سے پہلے ایک لائبریری اور ایک لیبوریٹری کا قیام عمل میں آیا۔ اس پورے خطے کو اسکول کی شکل دینے کے لیے کافی بڑی رقم درکار تھی۔ اس کے لیے انھوں نے اپنے حصّے کی کچھ جائداد اور اپنی بیوی کے زیورات بیچ دیے۔

اسی دوران انھیں بعض تکلیف دہ سانحات سے گزرنا پڑا۔ پہلے اُن کی بیوی کا اور چھے مہینے بعد اُن کی ایک بیٹی کا بھی انتقال ہوگیا۔ 1905 میں اُن کے والد بھی چل بسے۔ انھیں سب سے بڑا صدمہ اُس وقت پہنچا جب 1907 میں اُن کا چھوٹا بچّہ سُمیندر بھی انتقال کر گیا۔ ان پےَ درپےَ سانحوں کے باوجود انھوں نے اسکول کا کام متاثر نہ ہونے دیا۔ اس کی کلاسیں کھلے میدانوں میں درختوں کے سائے میں ہوتیں۔ شاگرد اور استاد میں ایک ہی خاندان جیسا رشتہ ہوتا تھا۔ سارے کام وہ مل جل کر کرتے۔ ان کا یہ طرزِ تعلیم نہایت کامیاب ثابت ہوا۔

1912 میں ٹیگور کی طبیعت خراب ہوگئی۔ انھوں نے اپنی کچھ نظموں کا انگریزی میں ترجمہ کرنا شروع کیا۔ اسی دوران

انھیں اپنے علاج کے لیے ملک سے باہر جانا پڑا لیکن انھوں نے ترجمے کا کام جاری رکھا۔

لندن میں ایک دوست کے توسّط سے ان کی ملاقات مشہور آئرش شاعر ڈبلیو بی ییٹس(W.B. Yeats) سے ہوئی۔ اس عظیم شاعر نے ان نظموں کو دیکھ کر اپنی پسندیدگی کا اظہار کیا اور کہا کہ ''پوری مغربی دنیا ٹیگور جیسے شاعر کا انتظار کر رہی ہے۔''

رابندر ناتھ کے اپنے ترجمہ کردہ مجموعۂ نظم'' گیتا نجلی'' پر انھیں 1913 میں ادب کا نوبل انعام دیا گیا۔ ٹیگور پہلے ایشیائی تھے جنھیں اس اعزاز سے نوازا گیا۔ انعام میں ملنے والی ساری رقم انھوں نے شانتی نکیتن کو دے دی۔ 1915 میں انھیں انگلستان میں 'سر' کا اعزاز بھی دیا گیا۔

ٹیگور ایک بین الاقوامی سطح کی یونیورسٹی قائم کرنا چاہتے تھے۔ اُن کا یہ خواب'' وشو بھارتی'' کے نام سے پورا ہوا۔ دسمبر 1918 میں اس کا سنگ بنیاد رکھا گیا۔ کچھ مہینے بعد 1919 میں جلیاں والا باغ میں قتل عام کا واقعہ ہوا۔ احتجاج کے طور پر انھوں نے اپنا ''سر'' کا خطاب واپس کر دیا۔

'وشو بھارتی' کے قیام کے بعد رابندر ناتھ نے سارے ملک کا دورہ کیا۔ انھوں نے تمام ہندوستان میں وشو بھارتی کا پیغام پہنچایا اور لوگوں کو وہاں آنے کی دعوت دی۔ اس کے لیے انھوں نے کئی بیرونی ملکوں کا دورہ کیا اور وشو بھارتی کو متعارف کرایا۔ جب یہ یونیورسٹی اپنے پیروں پر کھڑی ہوگئی تو 1921 میں اسے قوم کے لیے وقف کر دیا گیا۔

مئی 1932 میں گاندھی جی ٹیگور سے ملے اور انھیں اپنے ''چرخہ پروگرام'' میں شمولیت کی دعوت دی۔ 1936 میں ٹیگور سخت بیمار ہوگئے۔ گاندھی جی تار کے ذریعے اُن کی خیریت معلوم کرتے رہتے تھے۔ 1940 میں وہ ایک بار اُن کی عیادت کے لیے کولکاتا بھی آئے۔ رابندر ناتھ نے گاندھی جی سے درخواست کی کہ وہ وشو بھارتی کی ذمے داری سنبھال لیں۔ اس پر گاندھی جی نے کہا کہ یہ قوم کا ادارہ ہے، اس کے لیے مجھ سے جو بن پڑے گا ضرور کروں گا۔

7 اگست 1941 میں رابندر ناتھ ٹیگور کا انتقال ہو گیا اور ہندوستان کی ترقی کا خواب دیکھنے والا ایک عظیم انسان دنیائے فانی سے رخصت ہو گیا۔

(ادارہ)

## سوالات

1۔ رابندر ناتھ ٹیگور کی پیدائش کب اور کہاں ہوئی تھی؟

2۔ ٹیگور نے انگلستان کا پہلا سفر کس مقصد سے کیا تھا؟

3۔ بنکم چندر چٹر جی اور ٹیگور کی ملاقات کا حال لکھیے۔

4۔ مادری زبان میں تعلیم کے متعلق ٹیگور کی کیا رائے تھی؟

5۔ ٹیگور کو اُن کی کس تخلیق پر نوبل پرائز دیا گیا؟